عرف عام یا عادت؟

تصنیف لطیف

شیخ القرآن والحدیث، محقق العصر، صاحب تصانیف کثیرہ

علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

ناشر: مکتبہ بزم اویسیہ ملتان پاکستان

نام کتاب ---------------- عرف عام یا عادت؟

مصنف ---------- شیخ الحدیث والقرآن مفسرِ اعظم پاکستان

علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی مدظلہ

بااہتمام ----------- محمد بلال رضا اویسی قادری

کمپوزنگ ------------ محمد افضال احمد ملتان

صفحات --------- 32 عدد

ہدیہ ------------ [redacted]

سنِ اشاعت -------------- ستمبر 2005ء

ناشر ---------- مکتبہ بزم اویسیہ ملتان (پاکستان)

تقسیم کار:

☆ مکتبہ بزم اویسیہ ملتان (پاکستان)

☆ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور

☆ احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی

☆ مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

☆ مکتبہ فیضان اویسیہ لی مارکیٹ کراچی

☆ مکتبہ بزم فیضان اویسیہ میانہ محلّہ غوثیہ مسجد میانوالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمده ونصلی و نسلم علی رسوله الکریم

اما بعد! عرف اور عادت فقہ میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ رسالہ فقیر ان کی وضاحت میں ہدیہ قارئین کرتا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ علیٰ حبیبه الکریم الرؤف الرحیم

عرف کی تعریف: العرف: ماستقرت النفوس علیه بشهادة العقول وتلقته الطبائع بالقبول، "یعنی عقول کے مطابق جس پر لوگوں کے دل جم چکے ہوں اور لوگوں کی طبیعتوں نے اسے قبول کر لیا ہو (المنجد)

عادت کی تعریف العادة: هی ماستمر الناس علیه علی حکم العقول وعادوا الیه مرة بعد اخری، یعنی عقول کے مطابق جس پر لوگ چلے آرہے ہوں اور بار بار وہ کام کرتے رہے ہوں:۔ (المنجد)

مسلم بن محمد بن ماجد رحمۃ اللہ علیہ اسکی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: العادة ماخوذ من معاودة وهی تقتضی تکرار الامر مرة بعد اخری حتی یخرج عن کونه واقعا بطریق الا تفاق.

یعنی عادۃ معاودۃ سے مشتق ہے اور یہ اتنی کثرتِ تکرار کا تقاضہ کرتا ہے جس کے باعث یہ اتفاقی امور کے زمرے سے نکل جائے، آگے فرماتے ہیں۔

وهذا یشمل کل متکرر من الاقوال والافعال سواء کان ممایتکرر لفردوهویسمی عادةفردیة ام یتکرر بعماعة مما ینشا فی الاصلعن

اتجاه عقلی وتفکیر حسنا کان اوقیعاوهو مایسمی عرفا، یہ اقوال متقررہ اور افعال متقررہ سب کو شامل ہے، خواہ ان کا تعلق کسی فرد سے ہو اور اسی کا نام عادۃ فردیہ ہے، خواہ ان کا تعلق کسی جماعت کے ساتھ ہو جبکہ اصل میں ان کا منشاء عقل وفکر کی توجہ ہو، برابر ہے کہ حسن ہو یا قبیح اور اسی کا نام عرف ہے۔

حضرت امام شامی صاحبِ فتاوٰی شامی رحمتہ اللہ علیہ۔نے صرف اس موضوع پر رسالہ لکھا ہے چنانچہ یہی امام شامی اپنے مجموعہ رسائل ابنِ عابدین: ص۱۱۴ ج۲ میں نشر العرف میں فرماتے ہیں: العادۃ و العرف بمعنی واحد فی کلام الفقھاء ولا وجہ للتفرقہ بینھما فی بناء الاحکام، یعنی فقہاء کے کلام میں عرف وعادۃ کا معنیٰ ایک ہی ہے، لہذا بناء احکام میں ان کے درمیان فرق ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

عرف کی اقسام: عرف کی تین اقسام بیان کی جاتی ہیں۔

(1) عرفِ عام: جسے ہر خاص وعام قبول کر چکا ہو، مثلاً قدم رکھنا عرفِ عام میں داخل ہونے کو کہا جاتا ہے۔یعنی کسی گھر یا جگہ میں داخل ہونا۔اب اسکا اصل معنی مراد نہ ہوگا۔

(2) عرفِ خاص: کسی خاص طبقے کی اصطلاح ہو جیسے لفظ رفع بمعنی بلندی ہے لغۃً، مگر نحویوں کے نزدیک ضمہ، الف، واؤ، نون کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔ایسے ہی جملہ فنون کی اصطلاحات۔

(3) عرفِ شرع: اہلِ شرع کی اصطلاح ہو مثلاً صلوٰۃ، زکوۃ، حج کے لغوی معنی چھوڑ کر معانی شرع کا اعتبار کیا گیا ہے۔

فرق مابین عادت وعرف: عادت عام ہے اور عرف خاص ہے کیونکہ عادت دو قسم پر ہے (۱) عادت فردیہ (۲) عادت جمہور جو کہ عرف ہے۔

چند دیگر اصطلاحات

حرج: فقہ میں حرج (تنگی) کو بھی کافی دخل ہے۔

لغوی معنی: ابوبکر حصاص رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حرج ضیق یعنی تنگی کو کہتے ہیں۔[1]

شرعی معنی: اصطلاح شرع میں حرج وہ امر ہے جو مشقت یا ضرر کا باعث ہو اور فواتح الرحموت میں ہے کہ حرج کلی مشکک ہے، اس کے بعض افراد بعض سے اقوی ہیں اور حرج کا ہر مرتبہ معتبر نہیں ہے بلکہ وہی معتبر ہے جو شارع سے ثابت ہے۔

امثلہ: مسلم الثبوت میں حرج کی بحث میں درج ذیل مثالیں دی گئی ہیں صبی عاقل اور معتوہ بالغ پر نماز فرض نہ ہونا، حیض ونفاس میں نماز کی قضاء کا واجب نہ ہونا، حالتِ مرض میں قعوداً یا اضطجاعاً عبادات کا مشروع ہونا، اجتہاد میں خطاء کی صورت میں گناہ نہ ہونا اور نسیان میں گناہ نہ ہونا، سفر میں نماز و روزے کی تخفیف اور مسح کی مدت کا تین دن ہونا، یہ سب احکام دفع حرج کی وجہ سے ہیں لیکن بعض حضرات معمولی سی مشقت کو حرج میں داخل کر لیتے ہیں وہ غلط ہے تفصیل آگے آئیگی۔

حرج کی اقسام:

حرج کی دو اقسام ہیں۔ (۱) حرج عام (۲) حرج خاص

(۱) حرج عام: هو الذی لاقدرة للانسان فی الانفکاک عنه غالباً، یعنی غالب طور پر اس سے بچنے سے انسان کو قدرت نہ ہو، (جیسے مٹی اور سبزہ سے پانی غالباً جدا نہیں ہوتا)

(۲) حرج خاص: ما کان فی قدرة لانسان الانفکاک عنه غالباً، یعنی غالب طور پر انسان اس سے بچنے پر قادر ہو، (جیسے معین پانی میں پتوں کے گرنے سے تغیر)

مندرج ذیل صورتیں حرج شرعی مشہور ہیں۔ (۱) وہاں بچنے میں مضرت ہو جیسے آنکھ کے اندر، (۲) مشقت ہو جیسے عورت کی گندھی ہوئی چوٹی (۳) بعد علم واطلاع کوئی ضرر ومشقت تو نہیں مگر اسکی نگہداشت اس کی دیکھ بھال میں دقت ہے جیسے مکھی مچھر کی بیٹ۔

ازالہ وہم: بعض صاحبان حرج اور مشقت کا بہانہ بنا کر غیر مشروع امر کو مشروع بنالیتے ہیں مثلاً چین گھڑی کیلئے جبکہ یہ چین دھات سے ہے اور دھات کا استعمال غیر مشروع ہے۔ ایسی معمولی مشقات غیر معتبر ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعد اطلاع ازالتہ مانع ضرور ہے مثلاً جہاں مہندی، سرمہ آٹا، روشنائی، رنگ، بیٹ وغیرہ میں سے کوئی چیز جمی ہوئی دیکھی پائی تو اب نہ ہو کہ اسے یوں ہی رہنے دے اور پانی اوپر سے بہادے بلکہ چھڑا لے کہ آخر ازالہ میں تو کوئی حرج تھا ہی نہیں۔ یہ بھی ایک مشقت ہے مگر معمولی۔ (فتاویٰ رضویہ)

فائدہ: علامہ نجیم علیہ الرحمتہ الاشباہ میں فرماتے ہیں کہ مشقت وحرج ان مواضع میں معتبر ہے جہاں نص نہ ہو اور جہاں معارض نص موجود ہو وہاں غیر معتبر

ہے۔نماز میں سپیکر کا استعمال اور گھڑی کی چین اسی قائدہ پرنا جائز ہیں۔

قائدہ: جومشقت شریعت کو مطلوب ہے جیسے عبادات کی مشقت اور حدودوغیرہ کی مشقت اس کیلئے حرج تخفیف کا باعث نہیں بنتا، نیز حرج کے افراد متفاوت ہیں لٰہذا یہ پہچاننے کے لئے کہ کونسا فرد مؤثر للتخفیف ہے یا نہیں تو اس سلسلے میں دو امور قابل ذکر ہیں۔

(۱)لوگوں کی عادت اور عرف کے مطابق جوحرج ہوگا اسے حرج سمجھ کر مؤثر مانا جائے گا۔

(۲)جہاں عرف نہ ہوتو پھر اس مشقت کی جنس میں شارع نے جس فرد کا اعتبار کیا ہے اس کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھ لیا جائے گا جومساوی یا بڑھ کر ہووہ مؤثر ہوگا کم تر ہوتو غیر موثر ہوگا۔

ضرر: وہ تکلیف جس میں اس سے زیادہ یا مساوی نفع نہ ہووہ ضرر ہے۔

ضرورت: سید احمد حموی حنفی شارح الاشباہ نے فرمایا۔

"الضرورة بلوغه حدالن لم یتاول الممنوع ملک اوقارب"

(عالمگیری)

یعنی آدمی کا اس حد کو پہنچ جانا کہ اگرممنوع چیز کو نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے گا یا ہلاکت کے قریب ہو جائے۔ (دررالاحکام)

ھی الحالة الملجئة لتناول الممنوع شرعا، یعنی ایسی حالت جوممنوع شرعی کے ارتکاب پر مجبور کردے، اسے ضرورت کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''ضرورت یہ ہے کہ اس کے بغیر

گزر نہ ہو سکے، جیسے وہ سوراخ جس میں بزور آدمی سما سکے، کھانے میں لقمیات یقمن صلبہ چھوٹے چھوٹے چند لقمے جو پیٹھ کو سیدھا کر دیں، ادائے فرض کی طاقت دیں، لباس میں خرقہ تواری عورتہ اتنا ٹکڑا کہ سترِ عورت کرے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

پانچ چیزیں۔ایسی ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الٰہیہ ہے، دین وعقل ونسب، نفس ومال عبث محض کے سوا تمام افعال انہیں میں دورہ کرتے ہیں، اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کہ وہی مقدور وزیر تکلیف ہے نہ بمعنی عدم کمافی الغمز وغیرہ بھی شامل) اگر ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بغیر اس کے یہ فوت یا بہ قریب فوت ہو تو یہ مرتبہ ضرورت ہے جیسے دین کے لیے تعلم، امانیات وفرائض عین، عقل ونسب کے لیے ترک خمر وزنا، نفس کیلئے اکل وشرب بقدر قیام بنیہ، مال کے لیے کسب ودفع غصب وامثال ذلک.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت وہ امر ہے جو پانچ بنیادی چیزوں کے لیے موقوف علیہ ہو، اس کے بغیر یہ مقاصد خمسہ فوت ہو جائیں یا بہ قریب فوت ہو جائیں، یہ تعریف پہلی تعریفوں سے وسیع تر ہے۔

فائدہ: ضرورت کے تحقق کے لیے حالت اضطراری معتبر ہے۔

اضطرار عام ہے، خواہ بھوک و پیاس کا ہو۔ خواہ علاج و معالجہ کا ہو، خواہ عزت نفس اور غیرت ایمانی کا ہو، سب صورتوں میں ضرورت متحقق ہوگی، بھوک و پیاس کی اضطراری حالت میں مردار کھانے اور شراب پینے کی اجازت تو قرآن میں مذکور ہے، الاشباہ میں اسی حالت میں مردار کھانے کو واجب قرار دیا

ہے، المضطرب یجب علیہ اکل المیتۃ وان کان حراماً، البتہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں کسی ماہر طبیب نے مردار یا شراب کا انتخاب کیا اور اس نے کھا پی لیا تو جواز اس کے لیے بھی ثابت ہے، لیکن نہ کھانے پینے سے گنہگار نہ ہوگا۔'' پیاس ختم کرنے کے لیے شراب پینا جان بچانے کے سلسلے میں متحقق النفع ہے، اسی لیے اس کے ترک پر گنہگار ہوگا۔ جس طرح باوجود قدرت کے نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا بخلاف علاج کے۔ حلال اشیاء سے بھی کسی نے علاج نہ کیا اور مر گیا تو گنہگار نہ ہوگا جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، کیونکہ شفاء مظنون ہے اسی طرح فتاویٰ خانیہ میں ہے اگر کسی کو کفر باللہ اور قتلِ مسلم اور تلف مال غیر کے مابین مجبور کیا گیا تو اس صورت میں تلفِ مال کی اجازت ہے، یہاں بھی تلف مال غیر کے سلسلے میں ضرورت متحقق ہے تفسیر خازن میں ہے کہ اضطرار تین قسم کا ہے، اضطرار یا تو اکراہ کی بناء پر ہوگا یا فقیر کی کشمکش میں بھوکا ہے کھانے کے لیے کوئی شئے نہیں مل رہی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان فلا اثم علیہ سے ان اقسام کی موجودگی میں تحریم ختم ہو جاتی ہے اس کے لیے مردار حلال ہو جاتا ہے، یہ اباحت اسی اکراہ کے زوال تک رہے گی لیکن مخمصہ اگر دائمی ہے تو سیر شکم اکل میتۃ اور اگر نادر ہے تو اس میں اختلاف ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

اتنی مقدار کھالے جس سے سانس جاری ہو جائے اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے محظوراتِ قطعیہ بھی حلال و مباح ہو جاتے ہیں، خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو، خواہ حقوق العباد سے (سوائے قتل

مسلم کے) خواہ معاملات سے۔

حاجت: حاجت کی تعریف یہ ہے۔

ان الحاجة تطلق على نفس لافتقار وعلى الشى الذى يفتقر اليه، (تاج العروس)

اصطلاح میں حاجت انسانی مجبوری کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں اگر محتاج الیہ کو اختیار نہ کیا جائے تو مقاصد شرعیہ فوت یا قریب بہ فوت تو نہ ہوں گے، البتہ اس کے بغیر آدمی مشقت و دشواری میں مبتلا ہو جائے گا۔

علامہ سید احمد حموی فرماتے ہیں، الحاجة كالجائع الذى لولم يجدلم يهلك غير انه يكون فى جهد و مشقة۔ یعنی حاجت یہ ہے کہ مثلاً اگر بھوکا شخص کھانے کی کوئی چیز نہ پائے تو ہلاک نہ ہوگا البتہ مشقت وحرج میں مبتلا ہوگا۔

حضرت ابو اسحاق شاطبی فرماتے ہیں، الحاجة وهى اللتى يحتاج اليه الناس لرفع المشقة ورفع الحرج عنهم واذافقدت لاتختل بفقدها حياتهم، یعنی حاجت وہ ہے دفع مشقت و دفع حرج کے لیے جس امر کے لوگ محتاج ہوں اور اس کے مفقود ہونے سے ان کی حیات مفقود نہ ہو۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں، اما الحاجيات جعناها انهامفتقر اليهامن حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدى فى الغالب الى الحرج والمشقة، یعنی حاجتوں کا مطلب ہے کہ وہ امور جن کی احتیاج تنگی

دور کرنے کے اور توسیع حاصل کرنے کے لیے ہو اور وہ تنگی اکثر طور پر حرج و مشقت کا باعث ہو۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''اگر توقف نہیں مگر ترک میں طوق مشقت وضرر و حرج ہے تو حاجت جیسے معیشت کے لیئے چراغ کہ موقوف الیہ نہیں، ابتدائے زمانہ رسالت علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں ان مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہونا'' ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں،

والبیوت یومئذٍ لیس فیھا مصابیح (رواہ الشیخان)

مگر عام ضرورت کے لیے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعث مشقت وحرج ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حاجت یہ ہے کہ بے اس کے ضرر ہو جیسے مکان اتنا کہ گرمی جاڑے برسات کی تکلیفوں سے بچا جاسکے، کھانا اتنا کہ جس سے ادائے واجبات وسنن کی قوت ملے، کپڑا اتنا کہ جاڑا روکے اتنا بدن ڈھکے جس کا کھولنا نماز و مجمعٔ ناس میں خلاف ادب وتہذیب ہے۔

حرج، حاجت اور ضرورت میں فرق

مطلق حرج میں فقط مشقت کا اعتبار ہے جبکہ ضرورت میں مشقت کے ساتھ کل یا بعض بدن کو یا مال اعرضیا عقل کو ضرر کالاحق ہونا بھی معتبر ہے، حرج وہاں معتبر ہے جہاں نص نہ ہو جبکہ ضرورت مواضع نص میں بھی معتبر ہے۔ (الاشباہ)

فائدہ: حاجت وہاں معتبر ہے جہاں نص نہ ہو بخلاف ضرورت کہ جیسا کہ مذکورہ بحث سے واضح ہے، پس حرج عام اور ضرورت خاص ہے، حاجت میں مشقت کے ساتھ ضرر کا اعتبار ہے، لیکن یہ ضرر اس ضرر سے کم تر ہے جو ضرورت میں متحقق ہوتا ہے، لہذا حاجت عام اور ضرورت خاص ہے، حرج کلی مشکک ہے، اس کے افراد آپس میں متفاوت ہیں، بعض ضرورت کے درجہ میں ہیں، بعض حاجت کے مرتبہ میں نسبۃ افراد اضعف ہیں، لہذا حرج کبھی حاجت کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے اور کبھی ضرورت کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے، پس حرج دونوں سے عام ہے۔

نوٹ: ضرورت حرام لعینہ کی اباحت یا رخصت میں موثر ہے جبکہ حاجت فقط حرام لغیرہ کی اباحت یا رخصت میں موثر ہے۔

تاثیر: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے احکام کی گیارہ اقسام بیان فرمائی ہیں، ان میں سے فرض اعتقادی اور حرام اعتقادی پر ضرورت اثر انداز ہوتی ہے نہ حاجت، کیونکہ تصدیق واذعان ان امور سے ہیں جو اکراہ کو قبول نہیں کرتے، فرض عملی قطعی اور حرام عملی قطعی ان میں ضرورت اثر انداز ہوتی ہے، حاجت یہاں موثر نہیں، سوائے ان کے جن کا ذکر نصوص میں ہے واجب عملی اور مکروہ تحریمی میں حاجت موثر ہے اور ان کے نیچے کے درجات میں بھی حاجت موثر ہے۔

شرائط: حاجت اگر ممنوع شرعی کی ہو تو (۱) وہ شی حرام لعینہ نہ ہو بلکہ حرام لغیرہ ہو، (۲) حاجت بالفعل (۳) ممنوع شی کا جائز متبادل نہ ہو (۴) اس درجہ یا اس سے زائد مفسدہ لازم نہ آئے۔

دینی ضروری مصلحت کا حصول:

ہر ایسا عمل جو مقاصد خمسہ کیلئے مفوت ہو وہ مفسدہ ہے اور اس کا دفع کرنا مصلحت ہے، (۱) اذان (۲) امامت، (۳) وعظ و تقریر، (۴) تعلیم قرآن ، (۵) فقہ وغیرہ سب عبادات کے قبیلہ سے ہیں لہذا ظاہر مذہب کے مطابق ان کی اجرت لینا حرام ہے لیکن متاخرین نے دینی ضرورت مصلحت کے حصول کیلئے ان کاموں کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔

عنایہ میں ہے ، قال ابو عبداللہ الخیر اخزی یجوز فی زماننا للامام والموذن والمعلم اخذ الاجرۃ، پس مصلحت حفظ دین کیلئے اس سے نیچے درجے والی مصلحتوں کو قربان کر دیا جائے گا، دھوکہ دینے کی غرض سے کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا اور جاسوسی کی غرض سے کافروں کی وضع اختیار کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

فساد موجود یا مظنون بہ ظن غالب کا ازالہ:

اوپر مصلحت کے ساتھ فساد کا مفہوم بھی مذکور ہو چکا ہے یعنی امورِ خمسہ میں سے کسی امر کیلئے جو مفوّت ہو وہ مفسدہ ہے لہذا تہذیب و تمدن اور حالات کی تبدیلی کے باعث شریعت کے کسی اصلی حکم پر عمل کی صورت میں شریعت کے مصالح کا زوال یقینی ہو یا مظنون بہ ظن غالب ہو تو ایسے فساد کو دور کیا جائے گا اور حکم اصلی پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، لان درء المفاسد اولی من جلب المصالح، یعنی فساد کا ازالہ تحصیل مصلحت پر مقدم ہے، لیکن اگر مصلحت فساد پر غالب ہو تو کبھی مصلحت بھی مقدم ہوتی ہے۔

عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکنا، عورتوں کو چہرہ چھپانے کا حکم دینا اور عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح کا حکم نہ دینا، مزارات پر عورتوں کو حاضری سے منع کرنا، خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کو پینے سے منع کرنا، یہ احکام دفع فساد کی خاطر جاری کیئے گئے ہیں، مصلحت غالب ہو تو مفسدہ پر مصلحت کے حصول کو ترجیح ہو سکتی ہے۔

علامہ ابن نجیم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کذب مفسدہ و حرام ہے لیکن کسی بڑی مصلحت کے حصول کو متضمن ہو تو جائز ہے مثلاً صلح کروانے کیلئے یا بیوی کی اصلاح کیلئے جھوٹ کی اجازت ہے (یہاں کذب سے خالص جھوٹ نہیں بلکہ تعریفی کلمات مراد ہیں)۔

عموم بلوی:

بعض اصولیین نے اصول فقہ میں عموم بلوی کی تعریف اس ثمرہ کے ساتھ کی ہے اور بعض اصولیین نے لازم ثمرہ کے ساتھ تعریف کی ہے۔

تعریف باعتبار ثمرہ: وھی الحاجة الی معرفة حکم الحادثة التی عمت بها البلوی (۴۸) یعنی کثیر الوقوع حادثہ کے جاننے کی حاجت عموم بلوی ہے۔

تعریف باعتبار لازم ثمرہ:

اشتھار الامر وانتشارہ و عموم العلم به المکلفین (۵۱) کسی امر کا ذائع و شائع ہونا اور مکلفین کو اس کے علم کا عام ہونا۔

یہ دونوں تعریفیں عموماً اصولیین خبر واحد کے سلسلے کی بحث میں لکھتے ہیں، بعض اصولیین دونوں اعتبار سے تعریفوں کو جمع کر کے ایک تعریف کرتے ہیں، بعض

عموم بلوی کے ثمرہ اور لغوی معنی کے اعتبار کو جمع کر کے تعریف کرتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں: وعموم الوقوع الحادثة و كثرة تكرره ومسيس الحاجة الى معرفة حكم الحادثة من جميع المكلفين او اكثر هم۔

اس تعریف میں عموم وقوع الحادثہ اور کثرہ تکرار کے الفاظ لغوی معنی کی طرف راجع

''حاجۃ الکل'' عموم بلوی کے ثمرہ کے قبیلہ سے ہے جبکہ کثرۃ اور تکرر عموم بلوی کے لغوی معنی کے قبیلہ سے معتبر ہے، (حکم جاننے کی حاجت ثمرہ ہے اور عموم الوقوع ہونا لغوی معنی ہے)

بعض نے معنی، نوی، ثمرہ اور لازم ثمرہ تینوں کو تعریف میں جمع کیا ہے، اس میں تین امور ہیں۔

(۱) معرفت حکم کی حاجت عامہ (۲) کثرت سوال کا تقاضہ (۳) حکم کا تواتر سے منقول ہونا۔

مسلم بن محمد دوسری اپنی کتاب عموم بلوی ۵۵ میں لکھتے ہیں، فقہ کے متقدمین فقہاء کی کتب میں عموم بلوی کی تعریف اصطلاحی پر صراحت نہیں ملی، غالب طور پر فقہاء کرام عبادات اور نجاسات سے طہارت اور انکی معافی کا حکم بیان کرتے ہوئے عموم بلوی کا ذکر کرتے ہیں، بالخصوص نجاسات کی تعریفوں سے متعلق جب بحث کرتے ہیں تو عموم بلوی کی علت کا ذکر صراحۃ یا اشارۃ ضرور کرتے ہیں، عموماً مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں:

عسر الاحتراز، عسر الانفکاک، عسر التخلص، تعذر الاحتراز لعامة المکلفین، حرج، المشقة انملازمة لذلک الفعل وغیرہ. (المبسوط)

اس کے علاوہ دیگر کتب وابواب فقیہہ کے ساتھ بھی عموم بلوی کا تعلق ہے، اگرچہ ان مواضع میں فقہاء کرام دوسرے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں مثلاً الضرورۃ العامۃ، الضرورۃ الماسۃ حاجۃ الناس کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، یہاں تک تو متقدمین فقہاء کے بارے میں ذکر کیا گیا، متاخرین فقہاء کرام نے ان سے متعلقہ ابواب میں العسر وعموم بلوی کے عنوان قائم ہیں، پھر کلمہ عسر کی تعریف الگ اور عموم بلوی کی تعریف الگ الگ بیان کی ہے۔

عسر کے معنی میں خصوصیۃ کا احتمال موجود ہے اس لیے کہ لفظ عسر شمول یا عموم پر دلالت نہیں کرتا جبکہ عموم بلوی شمول کے معنی پر دال ہے، اس اعتبار سے دونوں میں ایک قسم کا فرق ہے لیکن یہ فرق فقط لغوی معنی کے اعتبار سے ہے، عسر اور عموم بلوی کی تطبیقات شرعیہ کے لحاظ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عسر عموم بلوی کی تعریف میں قید ہے کیونکہ عموم بلوی کے باعث جب کسی حادثہ کا وقوع جمیع یا اکثر مکلفین کو یا ان کے احوال کو یا کسی ایک مکلّف کے احوال کو شامل ہوتا ہے تو پھر اس حادثہ سے احتراز یا اس پر عمل سے مستغناء دشوار ہو جاتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ عسر اپنے دونوں معانی کے لحاظ سے عموم بلوی کی تعریف کا جز ہے اور عسر کے لغوی معنی کا یہاں اعتبار نہیں ہے۔

عسر کے معانی: (۱) عسر الاحتراز یعنی بچنا دشوار ہو (۲) عسر الاستغناء یعنی بے پرواہ ہونا

عموم بلویٰ کا تحقق: صاحب عموم بلویٰ نے ص ۵۷ میں لکھا ہے کہ عسر جب کسی ایک معنی کے اعتبار سے متحقق ہو اور اس کے ساتھ عموم بلویٰ کے اسباب میں سے کوئی ایک سبب متحقق ہو جائے تو عموم بلویٰ متحقق ہو جاتا ہے، علامہ نے عموم بلویٰ کے دس اسباب بیان کیے ہیں، عنقریب ان کا بیان آئے گا۔

عموم بلویٰ:

وہ امر ہے جو بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو، عوام و خواص اس میں مبتلا ہوں اور اس سے بچنا دشوار اور باعث حرج ہو۔

فائدہ:

یہ تعریف تین قصوں پر مشتمل ہے، (۱) بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو، (۲) عوام و خواص کا ابتلاء، (۳) بچنا دشوار اور باعث حرج، دفع الحرج عن المسلمین فان اکثر هم مبتلون بتناوله ج ۱۱ ص ۱۴۱ سے ماخوذ ہے۔

خلاصہ:

"بلاد کثیرہ میں رائج ہونا اور عوام و خواص کا مبتلا ہونا" یہ عرف و تعامل کا نتیجہ ہے جبکہ "بچنا دشوار اور باعث حرج ہونا" یہ حاجت یا ضرورت کی صورت میں ہوتا ہے لہذا اس تعریف کے مطابق ضرورت یا حاجت کے ساتھ جب عرف عام اور تعامل جمع ہو جائے تو عموم بلویٰ کا تحقق ہو جائے گا، ضرورت و حاجت اور عرف و تعامل کے اسباب مختلف ہیں، یہی اسباب مختلفہ عموم بلویٰ کا باعث بنتے ہیں، "عموم بلویٰ" میں عموم بلویٰ کے کل دس اسباب بیان کیے گئے ہیں، جب عسر کے کسی ایک معنی کا ہو اور اس کے ساتھ عموم بلویٰ کے دس اسباب

میں سے کوئی ایک متحقق ہو تو عموم بلوی متحقق ہو جائے گا۔

عسر:

ا:عسر الا حتراز او تعذرہ، یہ غالب طور پر ان امور کے ساتھ مختص ہے جو مکلّف کے اختیار سے باہر ہے۔

۲:عسر الا ستغناء او تعذرہ، یہ غالب طور پر امور اختیاریہ کے ساتھ مختص ہے۔

(۱)عموم بلوی سے بحث اس جہت سے ہو یہ مشققہ وشدۃ جالبہ للتسیر کو متضمن ہوتی ہو تو اس کی بحث کا محل کتب قواعد اور فروع فقیہہ ہیں غالب طور پر اور اگر بحث اس جہت سے ہو کہ حادثہ کے حکم کی معرفت عموم بلوی کے تحقق کی صورت میں کثرت ہو اور ذائع وشائع ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی بحث کتب اصول میں ہے۔

(۲)عموم بلوی کے اسباب کی امثلہ میں قاری بسا اوقات مشابہت ملاحظہ کرتا ہے اس طرح کہ بعض اوقات امثلہ کا ایک سے زائد اسباب کے تحت آنا ممکن ہوگا تو متعدد جہتوں کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اس جیسا موضوع اس سے خالی نہیں ہوتا لہذا بعض امثلہ کا ایک سے زائد اسباب کے تحت آنا اجتہاد کا نتیجہ ہے اور اس میں مختلف ممکنہ جہتوں کا ثمرہ ہے۔

اسباب عشرہ:

"فعل مکلّف بہ کا کسی ایسے امر کو متضمن ہونا جس کا دفع کرنا اور اس سے خلاصی پانا قیام فعل کیلئے دشوار ہو نیز وہ فعل مکلّف بہ اس امر متضمن کے عدم

اعتبار کا مقتضی ہو" یہ سب عسر احتراز کی ایجاد میں نہایت موثر ہے۔

مثالیں:

(۱) مثلاً سڑکوں کی مٹی اکثر نجس ہوتی ہے مگر اپنے جسم و کپڑوں کو اس سے بچانا دشوار ہونے کی وجہ سے اس سے معافی دے دی گئی ہے پس اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔

(۲) روزہ دار کے حلق میں مکھی، مچھر، راستے کا غبار، چکی کا آٹا پسا ہوا، دھواں وغیرہ داخل ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان سے احتراز معتبر ہے۔

(۳) خطاء فی الاجتهاد سے بچنا متعذر ہے، لہذا اسی وجہ سے خطا کے باعث گناہ نہ ہوگا۔

فائدہ:

اسکی حد بندی دشوار ہے کیونکہ زمانوں اور جگہوں کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہے، اولاً لوگوں کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر لوگوں کی عادت و عرف پر اس سے بچنا معتبر ہو تو اس کا اعتبار کرایا جائے گا، اگر کوئی عرف نہ ہو تو پھر شارع نے جس مشقت کا اعتبار کیا ہو اس مشقت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو وہ مشقت جو اس سبب سے پیدا ہونے والی ہو، جنس کے اعتبار سے مماثل ہو یا ازید ہو اگر اس سبب سے پیدا شدہ مشقت شارع کی اعتبار کردہ جنس کے اعتبار سے انقص ہو تو پھر اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

کسی فعل یا حال کا بار بار وقوع ہونا اس طرح کہ اس سے احتراز دشوار ہو یا اس عمل کے ارتکاب سے استغناء مشکل ہو۔

کسی فعل کا تکرار مشقت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، حضور ﷺ کا فرمان مقدس بھی اس پر دال ہے، لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک مع کل صلوٰۃ، حضور ﷺ نے مشقت کے باعث مسواک کو ہر نماز کے ساتھ واجب قرار نہیں دیا۔

اسکی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

وضو میں مسح موزوں کا جواز اور چٹیوں کو وضو کے وقت نہ اتارنے کا جواز، وضو میں سر دھونے کی بجائے فقط مسح پر اکتفا، ڈھیلے سے استنجاء کا جواز، بچوں کے تعلم کیلئے قرآن کو چھونے کا جواز بلا وضو، حائضہ کو نماز کی معافی، نمازوں کے متکرر ہونے کے باعث مجنون کو حالت جنون والی نمازوں کی معافی افاقہ کے بعد اور کافر کو حالتِ کفر والی نمازوں کی معافی اسلام لانے کے بعد وغیرہ، ان سب مثالوں میں تکرار کے باعث مشقت لازم آتی ہے، اس لیے تخفیف کی جاتی ہے۔

اعتبار تکرار: اولاً کسی شئے کے تکرار کے باعث مشقت کے لزوم پر شارع کی جانب سے تعین پر کوئی دلیل موجود ہو تو اس تعین کا اعتبار کریں گے جیسا کہ گزشتہ مثالوں سے واضح ہے، اگر شارع کی جانب سے دلیل نہ ہو تو پھر اگر تکرار سے ایسی مشقت لازم آئے جس کے بغیر اکثر اوقات عبادات ادا نہیں ہوسکتیں تو اس مشقت کا کوئی اعتبار نہیں ہے جیسے سخت سردی میں بار بار وضو کرنا اور اگر اس مشقت کے بغیر اکثر اوقات وہ عبادات ادا ہو جاتی ہیں یا اس مشقت کا تعلق معاملات سے ہے تو اس صورت میں اولاً لوگوں کے عرف و عادت

کا اعتبار ہوگا، اگر عادۃً وہ مشقت ان عبادات میں یا عرف وعادۃ نہ ہو تو پھر جس جنس مشقت کا شارع نے اعتبار کیا اس کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھ لیا جائے گا اسکے برابر مشقت ہو تو معتبر ہوگی۔

(۳) کسی فعل یا حالت کا وقوع مکلفین کے لیے عام ہو یا مکلفین کی کثیر جماعت کے احوال میں عموماً یعنی عموم کے ساتھ ہو یا جماعت کثیرہ کی حالت واحدہ میں پایا جائے، اس طرح کہ اس سے بچنا دشوار ہو یا اس عمل کے ارتکاب سے استغناء دشوار ہو۔

امثلہ: بلی کے لوگوں کے ساتھ اختلاط عام ہونے اور برتنوں کے ساتھ ملابست کثیر ہونے کے باعث جھوٹے کو پاک قرار دیا گیا، اسی طرح مس عورت اور مس ذکر کو مردوں کے لیے ناقص الوضوء قرار نہیں دیا گیا اسی طرح عبادات مثلاً اذان، امامت، تعلیم پر اجرت کا جواز، اس زمانے میں مسجدوں کو تالے لگانا عام ہے وغیرہ ذٰلک۔

اعتبار شیوع: اولاً دلیل شارع اس شیوع کی تعیین تو ہو وگرنہ عرف ہو عادت کا اعتبار ہوگا جیسا کہ گذشتہ سطور میں گذرا ہے، اگر عرف نہ ہو تو پھر اس جنس کی مشقت جہاں شارع کے اعتبار سے ہے اس کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھا جائے گا برابر یا زیادہ مشقت ہونے کی صورت میں معتبر ہوگی۔

(۴) مکلفین کے جمیع احوال میں یا ایک مکلّف کے جمیع احوال میں کسی فعل یا حال کا کثرت یا امتداد ازمنہ کے ساتھ اس طرح موصوف ہونا کہ اس سے احتراز دشوار ہو۔

امثلہ: نفاس کا زمانہ ممتد ہونے کی وجہ سے نمازوں کی معافی، مستحاضہ کثیر یعنی ممتد خون والی کے لیے ہر نماز کے لیے وقت نماز کے وضو کا کافی ہونا، سلس البول کا مریض ہونا اور جس کا زخم نہ رکتا ہو اور وہ مریض جن کا حدث مستمر ہو انہیں ہر نماز کے لیے وہ ایک بار وضو کرنے پر اکتفا کرنے کا حکم وغیرہ۔

اعتبار کثرت: اولاً دلیل شارع ثانیاً عرف وعادت ثالثاً موازنہ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا ہے۔

(۵) کسی فعل قلیل یا حالت قلیلہ کا عام مکلفین کے عام احوال میں حالت واحدہ میں واقع ہو یا کسی ایک مکلّف عام احوال میں اس طرح واقع ہونا کہ اس سے بچنا دشوار یا اس عمل سے استغناء مشکل ہو۔ مثلاً مچھر وغیرہ کا قلیل خون کپڑے کو لگے، قلیل نجس، دھواں کا کپڑوں کو لگنا، اسی طرح قلیل استجمار اور پیشاب کے باریک چھینٹے، قلیل ستر کا نماز میں کھلنا۔ نماز میں عملِ قلیل، سونے کی کثیر سونے کے ساتھ بیع میں تفاضل قلیل۔ کبھی نکاح میں ایجاب وقبول کے درمیان قلیل خطبہ کا ہونا وغیرہ، ان سب مثالوں میں فعل یا عمل کے قلیل ہونے کے باعث تخفیف دی گئی۔

(۶) عام مکلفین کے عام احوال یا حالت واحدہ میں یا کسی ایک مکلّف کے عام احوال میں کسی فعل یا حال کے وقوع کا ضرر پر مشتمل ہونا، اس طرح اس سے بچنا دشوار یا اس عمل سے استغناء دشوار۔ مثلاً عقود جائزہ کا لازم قرار نہ دینا، مرد کے لیے ایک بیوی پر اکتفاء کا لازم قرار نہ دینا، باری اور دیگر معاملات میں عدم استطاعت کے باعث چار سے زائد بیویوں کی اجازت نہ ہونا، تنافرین

الزوجین کی صورت میں طلاق کی مشروعیت اور خلع وغیرہ، یہ سب امور ضرر سے بچانے کے لیے مشروع کیے گئے ہیں۔

(۷) وہ اضطراری حالت جو ممنوع شرعی کے ارتکاب کو شامل ہو، ممنوع شرعی کے ارتکاب پر کردینے والی حالت اس طرح کہ اس سے بچنا دشوار ہو یا ارتکاب سے استغناء مشکل ہو، خواہ جمیع احوال سے متعلق ہو، خواہ حالتِ واحدہ سے متعلق ہو، خواہ مکلّف واحد کے عام احوال سے متعلق ہو۔

امثلہ: شہر کے وسیع ہونے اور لوگوں کی کثرت کے باعث ایک شہر میں متعدد نمازِ جمعہ قائم کرنا، حائضہ کے لیے طواف افاضہ کی رخصت، بعض نجاستوں مثلاً روث اور رجیع کا استعمال کرنا اور ان کی بیع کا جواز، طبیب کے سامنے کشف عورت، تحمل شہادت کے لیے اجنبیہ کو دیکھنا، بھوک میں میتۃ اور لحمِ خنزیر کھانا، بعض صورتوں میں قاضی کا عورتوں کی شہادت قبول کرنا، فاسق کی شہادت قبول کرنا۔

(۸) بڑھاپا ایسا وصف ہے جس کی وجہ سے عمر لمبی ہو جاتی ہے، بڑھاپے میں اکثر بدن میں کمزوری آجاتی ہے، بعض عبادات میں کافی مشقت ہوتی ہے ان کی ادائیگی میں اسے ھدم، زمانۃ اور شیخوخۃ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی شیخ فانی کہا جاتا ہے، بڑھاپے کی وجہ سے عبادات کی علی وجہ الطلب ادائیگی میں مشقت سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے اور بڑھاپے میں عموم احوال کی جہت سے آتا ہے اور علی وجہ الدوام ہوتا ہے، اشخاص کے اعتبار سے بھی عموم ہیں، کیونکہ لوگوں کی ایک خاصی تعداد بڑھاپے میں پہنچتی ہے، بڑھاپے کی وجہ سے تخفیف کی امثلہ درج ذیل ہیں۔

مثلاً: بڑھاپے کی وجہ سے جمعہ اور صلاۃ مع الجماعۃ میں زیادہ مشقت ہوتو گھر میں پڑھنے کی رخصت ہے، حج میں نائب بنانا، روزے میں فدیہ دینا، وہ مرض جس میں تندرست ہونے کی امید نہ ہو (مرض الموت) وہ بھی احکام میں اس (شیخ فانی) بڑھاپے کے ساتھ لاحق ہے یعنی مرض الموت والا شخص شیخ کبیر کیساتھ لاحق ہے۔

اعتبار کبر سن والمرض:

جن عبادات کی ادائیگی میں بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ مشقت ہو اور علی وجہ المطلوب ادائیگی سے عاجز آجائے ان میں بقدر ضرورت رخصت ہے، جن میں مشقت نہیں ان میں رخصت نہیں ہے، مشقت کا وہم معتبر نہیں، غلبہ ظن ضروری ہے، اسی طرح مرض کے بارے میں غلبہ ظن ہو کہ اس سے تندرست نہ ہوگا یا ماہر طبیب غیر فاسق کہے کہ یہ بڑھاپا علی وجہ المطلوب عبادت کی ادائیگی کیلئے مشقت کا باعث ہے، اسی طرح وہ مرض جس کے بارے میں ماہر طبیب بتائے کہ تندرستی کی امید نہیں، بہر حال جن عبادات میں جتنی مشقت اس عارضہ کی وجہ سے زائد ہوگی اسی کے بقدر تخفیف آجائے گی۔

عام مکلفین کو پیش آنے والا ایسا فعل جس سے استغناء دشوار ہو۔

مثالیں:

کئی عقود کے لیے تعامل کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً سلم، اجارہ، عاریۃ، قرض، وکالت، ودیعت، مضاربۃ، قراض، ساقاۃ، حوالہ، رھن، کفالہ، حجر، اگر

ان کو ناجائز کہا جائے تو عظیم مشقت درپیش ہو، پس دفع مشقت کے لیے ان عقد پر تعامل جائز ہے۔

عام مکلفین کے عام احوال میں بارش وغیرہ کا وقوع عام ہو کسی خاص حالت میں بارش کا وقوع عموم کے ساتھ ہو جس کے سبب عسر الاحتراز لازم آئے تو یہ بھی تخفیف کا سبب ہے۔

مثالیں:

بارش کی وجہ سے زمین پر نماز دشوار ہو تو مسافر کو سواری پر نماز کی اجازت، بارش کیچڑ وغیرہ کی وجہ سے نماز جمعہ اور جماعت میں حاضری کی رخصت وغیرہ، سردیوں کی اندھیری رات میں سخت سردی، سخت آندھی، زلزلہ، ظہر میں گرمیوں میں سخت گرمی، خفیف مستمر بارش وغیرہ کو بھی مطر وھل وثلج کے ساتھ لاحق کرنا ممکن ہے۔

فائدہ:

مشقت کا اعتبار عرف وعادت کے مطابق ہوگا جس کا مسجد کے پڑوس میں ہوناہیں مشقت نہ ہونے کے باعث تخفیف نہ ہوگی، تمام راستوں میں کیچڑ ہونے کا اعتبار ہے، بعض اوقات راستے میں گڑھے ہوتے ہیں پانی کی وجہ سے پتا نہیں چلتا، لہٰذا نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے لہٰذا مشقت دور کرنے کے لیے ان حالات میں تخفیف ہوگی۔

☆☆☆☆☆

انتباہ

شریعتِ مطہرہ کے بعض مسائل واحکام عرف وعادت پر چلتے ہیں بعض لوگ دھوکہ دیتے ہوئے عادت وعرف کو نظرانداز کر کے شرع کا حکم سنا کر اُنہیں شرک وبدعت کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً عادت و عرف میں نذر ونیاز ہدایا وتحائف پر مشتمل ہوتے ہیں مثلاً عوام اہل اسلام کہتے ہیں کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ کی نذر ونیاز تو یہ لوگ کہنے والے کو مشرک اور اسکے عمل کو شرک کے فتویٰ سے داغتے ہیں حالانکہ ایسے مفتیوں کو یقین ہے کہ عرف و عادت کو فقہائے کرام نے بڑی اہمیت دی ہے فقہ کے کثیر مسائل کا حکم عرف و عادت پر مبنی ہے مبسوط میں ہے کہ جو چیز عادت اور عرف کے ذریعہ ثابت ہو جائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔ ردالمحتار جلد پنجم میں جہاں نابالغوں کے سن بلوغ سے بحث کی گئی ہے اُسی موقع پر فرمایا کہ {ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف وعادت ہی شرعی محبت ہے۔ امام شہاب الدین القرانی فرماتے ہیں "احکام عرف اور عادت کے ساتھ ساتھ نافذ ہوتے رہتے ہیں"}

فقیر یہاں عادت وعرف کی مختصر بحث کر چکا ہے تا کہ دھوکہ باز دھوکہ نہ دے سکیں۔

قوائد عادت وعرف:

قائدہ نمبر 1: کبھی عادت ایک ہی دفعہ سے ثابت وتسلیم ہو جاتی ہے جیسے وہ لڑکی ہے پہلی بار حیض آیا تو جتنے دن یہ رہے گا اتنے ہی دن اس کی عادت شمار

ہوگی یہی وجہ ہے کہ تربیت کردہ شکاری کتے کی عادت اس وقت تسلیم ہوگی جب وہ مسلسل تین بار شکار کر کے اُسے نہ کھائے۔

قائدہ نمبر 2: عرف وعادت کا اعتبار اس وقت ہے جب وہ عام ہو اور غالب ہو جب تک عام لوگوں میں اسکا رواج نہ ہو جائے اس کو حکمِ شرعی کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

قائدہ نمبر 3: عادت اور عرف جب عام رواج ہو جائیں تو کیا وہ شرط کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں فتاویٰ ظہیریہ بحث الاجارہ میں ہے المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً۔ بزازیہ میں ہے کالمشروط عرفاً کالمشروط شرعاً یعنی مشروط عرفی مشروط شرعی کیطرح ہے۔

قائدہ نمبر 4: الفاظ کا مفہوم حقیقت کے خلاف عرف پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ عرف ایک زمانے سے چلا آرہا ہو۔ کسی نئے رواج وعرف پر الفاظ کو حقیقت کے خلاف محمول نہ کیا جائے گا اسی لئے کہ فقہاء فرماتے ہیں ''لاعبرۃ بالعرف الطاری'' نیز یہ کہ عرف کا اعتبار معاملات میں ہے تعلیق میں نہیں تعلیق میں وہ اپنے حقیقی معانی اور اصلی مفہوم ہیں لیا جائے گا۔ جیسے کسی ظالم بیوی نے اپنے شوہر سے کہلوایا کہ اگر میں تیرے اوپر کسی اور عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔ اس نے یہ کہہ دیا اور نیت یہ کی کہ اگر میں تیرے اوپر یعنی کندھوں پر یا کمر پر بٹھا کر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق۔'' تو اسکی یعنی شوہر کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ سے حقیقی معانی مراد لیے ہیں اور اس کی بیوی نے ظلماً اسے یہ قسم دلائی تھی اور مظلوم کی نیت

اس کی قسم میں تعبیر ہے۔ نیز اس کا یہ کلام از قسم تعلیق ہے اور تعلیق میں عرف کا اعتبار نہیں اس لیے اس کا کلام عرف پر محمول نہیں کیا جائیگا اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کریگا تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی۔

ثابت ہوا کہ بعض مسائل عرف کے خلاف بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ امور مفتی محقق کو معلوم ہوتے ہیں۔

قائدہ نمبر 5: عرف اور شرع میں جب تضاد ہوگا تو عرف کا استعمال مقدم رکھا جائے گا خصوصاً ایمان وقسم میں، اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ چراغ سے روشنی حاصل کی تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی، اگر چہ قرآنِ کریم میں زمین کو فراش اور بساط فرمایا گیا ہے اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے مگر یہاں اسکے عرفی معنی مراد لیے جائیں گے۔ یہاں ان جاہلوں کا رد واضح ہے جو کہتے ہیں کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہٗ کا قدم جملہ اولیاء پر ہے، غلط ہے کہ اس میں صحابہ اور اہل بیت شامل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا شمول عقلاً ونقلاً محال ہے ہم کہتے ہیں کہ یہاں عرف سے صحابہ اور اہل بیت شامل نہیں اس لیے یہ حضرات عرفِ عامہ میں اولیاء نہیں کہلاتے اسی قاعدہ پر ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا۔ پھر اس نے مچھلی کھائی تو وہ حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی کے گوشت میں نہیں ہوتا۔ اگر چہ قرآنِ کریم نے مچھلی کیلئے لحماً طریا کا لفظ استعمال کیا ہے اس قاعدہ کی کئی مثالیں ہیں جو اصول فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

قائدہ نمبر 6: عرف اور لغوی معنی میں اگر تضاد ہوگا تو عرف میں اگر شرائط

معتبرہ پائی گئیں تو لفظ کو عرف پر محمول کیا جائے گا لغوی معنی پر نہیں۔ زیلعی وغیرہ میں تصریح آئی ہے۔

"ان الایمان مبنیته علی العرف لعلی الحقائق اللغویه"

ایمان عرف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی معنٰی پر مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو وہ صرف اس صورت میں حانث ہوگا جب وہ روٹی کھائے جو اس کے شہر میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے مغربی روٹی اور پنجاب پاکستان میں چاول باجرہ مکئی اور گھیوں کی روٹی اور بقول صاحب الاشباہ والنظائر ان کے زمانہ میں قاہرہ میں گیہوں کی روٹی، طبرستان میں چاول کی روٹی، زبیدہ میں باجرہ کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا۔ اگر ان تمام علاقوں میں مروج روٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا۔

مثلاً بعض علاقوں میں غیر اناج کی روٹیاں بناتے ہیں انکے کھانے سے حانث نہ ہوگا۔

-:انتباہ:-

عرف وعادت پر شریعت کے بیشمار احکام ومسائل کا دارومدار ہے اور یہ تمام غیر منصوص علیہا مسائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عرف وعادت اور ایسے عموم بلوی کو سمجھنے کیلئے بڑے وسیع مطالعہ اور دقتِ نظر کی ضرورت ہے۔ مفتیانِ کرام کو ان تمام امور سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ مسئلہ کا حل بیان کرنے میں اکثر وبیشتر غلطیوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں عرف اور اس سے مستخرجہ مسائل پر مفصل بحثیں کی گئیں ہیں مفتی صاحب کیلئے ان کا

مطالعہ بیحد ضروری ہے۔

لیکن جو مفتی ٹیڈی مجتہد اور ایسا متکبر کہ کسی بھی بزرگ عالم اور محقق کو خاطر میں نہ لائے تو وہ مغرور و مجبور ہے۔

فائدہ: فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ عرف وعادت کے مقابلہ میں کسی شے کی مفہوم کی وضاحت وتعین میں حقیقت کو ترک کردیا جائے گا الاشباہ میں ہے "عادت وعرف میں وہی معتبر ہے جب اسکا استعمال عرف وعادت میں غالب ہوگیا ہواسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم ودنانیر چل رہے ہوں یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس دینار یا دس درہم میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا غالب چلن وہاں کی عرف وعادت ہو۔ اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسری قسم کے درہم ودینار دینا چاہے تو بائع (بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا شرح بیری میں بحوالہ مبسوط بیان کیا گیا ہے ایسے ہی جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔

(رسائل عابدین)

فائدہ: بہت سے وہ احکام جن پر صاحبِ مذہب مجتہد نے اپنے زمانے کی عرف وعادت کی بنیاد پر نص قائم کی۔ زمانہ اور حالات بدل جانے سے تبدیل ہو گئے ہیں۔ اہل زمانہ میں فساد آجانے کی وجہ سے یا عمومی ضرورت کی وجہ سے جیسے تعلیم القرآن کی اُجرت کا جواز اور ظاہری عدالت پر اکتفا اور غیر سلطان سے اکراہ کا تحقق کیونکہ فقہائے متقدمین کے زمانہ میں اکراہ صرف بادشاہ ہی سے

متحقق ہوسکتا تھا۔ غیر سلطان سے اکراہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن بعض عوام الناس میں لوگ قتل و خونریزی میں اتنے جری ہو گئے کہ ان سے بھی اکراہ کا تحقق ہو گیا۔ فقہائے متقدمین ضمان مباشر پر واجب کرتے تھے متسبب پر نہیں لیکن بعد میں زمان متسبب پر عائد کیا گیا اس کی وجہ فساد اہل زمانہ اور حالات کا متغیر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

وصی اب مال یتیم میں مضاربت نہیں کرسکتا اور وقف اور یتیم کی زمین کا غاصب ضمان دے گا اور مکان ایک سال سے زیادہ اور وقف زمین کو تین سال سے زیادہ مدت کیلئے اجارہ پر نہیں دیا جائیگا۔ اور قاضی کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دینے سے روکا جائیگا۔ اور شوہر کو روکا جائے گا اس سے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لیجائے (جبکہ بیوی رضامند ہو) اگرچہ شوہر نے اس کا مہر معجّل ادا کر دیا ہو۔

(نشر العرف فی بنا بعض الاحکام علی العرف مجموعہ رسائل عابدین وشرح عقود رسم المفتی)

مسئلہ: عرف وعادت کی بنا پر یہ حکم ہو کہ دخول کے بعد اگر بیوی یہ کہے کہ اس نے قبل دخول اپنا مہر معجّل وصول نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہیں کیجائے گی۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی بشرطیکہ یہ جملہ اور الفاظ اس علاقہ میں طلاق کیلئے استعمال کئے جاتے ہوں (یعنی وہاں کا عرف یہ ہو) ایسی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر عرف وعادت میں ان الفاظ کا استعمال طلاق کیلئے نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کرلیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر باپ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جو سامان جہیز میں دیا ہے میں نے اپنی بیٹی کو اس کی تملیک نہیں کی تو اس کا دارو مدار عرف پر ہے۔

انتباہ: ہمارے دور میں محض سہولت کی بنا پر بعض حضرات عادت وعرف میں شامل کر رہے ہیں مثلاً گھڑی کی چین دھات وغیرہ کو عادت وعموم البلوے میں شامل کر رہے ہیں، غلط ہے کیونکہ سہولت عامہ شرع میں نامعتبر جبکہ سہولت سے چمڑے اور کپڑے وغیرہ سے بھی گھڑی مضبوط رکھی جاسکتی ہے یونہی سپیکر کا نماز میں استعمال بھی سہولت پر مبنی ہے اسے عرف وعادت میں شامل کیا جاسکتا اس لیے کہ سہولت سے ہٹ کر کام چلایا جاسکتا ہے اس کے استعمال سے ایک تو تکبیرات انتقالیہ کی سنت کیخلاف ہے دوسرا غیر نمازی کو نماز میں دخیل بنانا ہے اس سے احتراز لازم ہے۔

تفصیل کیلئے فقیر کے رسائل ودیگر علمائے محققین کی تصانیف میں ملاحظہ کیجئے۔

فقط والسلام

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور پاکستان

۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

ہماری دیگر کتب

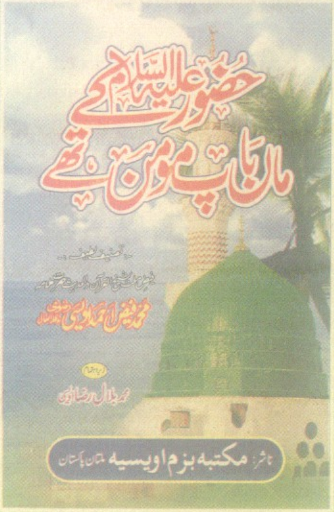

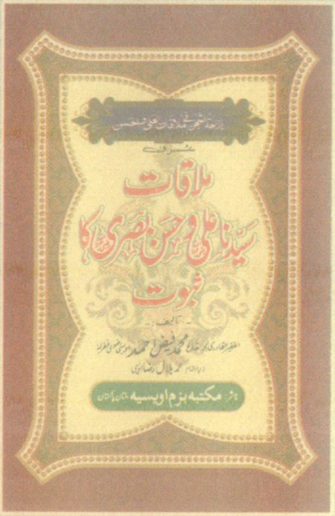

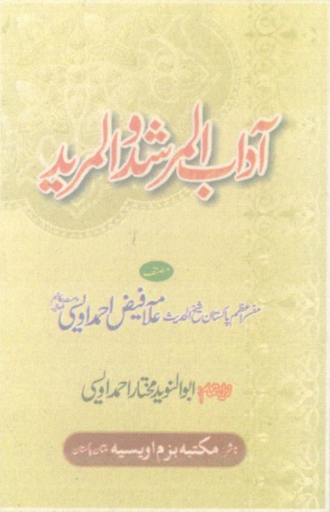

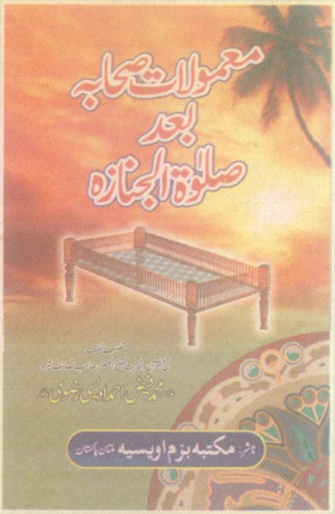

ART LINKERS 061-4517975